حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی امارت کا دور سب سے اعلیٰ تھا جو قیامت تک جاری رہے گا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ جون 1996ء بمقام بیت الرحمٰن واشنگٹن۔امریکہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کی:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ (التوبہ: 128 تا 129)

پھر فرمایا:

آج جماعت ہائے احمدیہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ (USA) کا تین (3) روزہ اڑتالیسواں (48) جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور آج ہی جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کا بھی تین (3) روزہ ساتواں (7) جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے پس اس موقع پر جبکہ خدا تعالیٰ نے ہمارے عالمی روابط قائم کر دئے ہیں میں دونوں جلسوں کے مبارک آغاز کا آج جمعہ کے دن اعلان کرتا ہوں۔ جہاں تک آج کے خطبہ کے موضوع کا تعلق ہے یہ وہی موضوع ہے جو آج سے پہلے دو تین خطبوں میں جاری ہے۔

جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ اس کثرت سے پھیلا رہا ہے اور اس تیزی سے نئی قومیں اور نئے ممالک کے بسنے والے جماعت احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں کہ میرے نزدیک اب سب سے بڑا اہم مسئلہ ان کی تربیت کا ہے اور تربیت کے تعلق میں سب سے اہم مضمون اطاعت کا مضمون ہے کہ آنے

والوں کو اطاعت کے آداب سکھائے جائیں اور وہ جنہوں نے انہیں دین سکھانا ہے انہیں اطاعت کروانے کے آداب سکھائے جائیں۔ ورنہ بہت سی غلط فہمیاں ایسی پیدا ہو سکتی ہیں جو نئے آنے والوں کو اسلام اور اسلام کے نظام سے متنفر کر دیں یا کم سے کم سخت غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیں۔ علاوہ ازیں جماعت میں پرانے داخل ہونے والوں کو بھی اس بات کی ضرورت رہتی ہے کہ بار بار ان کے سامنے اس مضمون کو تازہ کیا جاتا رہے۔

اطاعت کے تعلق میں گزشتہ دو خطبوں سے پہلے ایک خطبات کا سلسلہ شروع کیا تھا اس میں اطاعت کے تمام پہلوؤں پر قرآن کریم اور سنت کے حوالے سے روشنی ڈالی تھی۔ اب میں ان لوگوں کے فرائض کا یا ان ذمہ دار افسروں کے فرائض کا ذکر کر رہا ہوں جو اطاعت لینے پر مامور کئے گئے ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ وہ شخص جس کی اطاعت کا حکم دیا جاتا ہے اسے خود بھی اپنے اندر بعض صلاحیتیں پیدا کرنی ہیں جن صلاحیتوں کے بغیر وہ حقیقت میں کسی کو اطاعت کے آداب سکھا ہی نہیں سکتا، نہ کسی مطیع سے اس رنگ کی اطاعت کروا سکتا ہے جو اطاعت اسلام چاہتا ہے۔ چنانچہ سب سے اعلیٰ نمونہ جو اطاعت لینے والے کا نمونہ ہے وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا نمونہ ہے۔ سب سے زیادہ جس کی اطاعت فرض تھی سب سے زیادہ اطاعت لینے کے گُر اسی نے سکھانے تھے اور اسی نے سکھائے اور آنحضرت ﷺ کے انداز امارت میں اتنی دلکشی ہے اور اتنا گہرا جذب حسن ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ امارت سے متعلق ہر قسم کی غلط فہمیوں کو دور کرتا ہے بلکہ غیر معمولی طاقت اور جذب کے ساتھ لوگوں کو اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو کچھ عرصے سے میں نے جاری کیا ہے۔ اب اسی کے کچھ پہلو ہیں جو آج انشاء اللہ میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

اطاعت جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے دنیا میں اگر کبھی کسی کی ہمیشہ کے لئے فرض ہوئی ہے تو وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے کیونکہ قیامت تک آپ کی امارت کا دور ہمیشہ جاری رہے گا۔ اس پہلو سے آپ حقیقتاً وہ زندہ رسول ہیں جن کی اطاعت سے سرِ مو بھی انحراف کی طاقت نہیں ہے اور اجازت نہیں ہے۔ ان غیر معمولی امارتوں کی صلاحیتوں کے ساتھ جو آنحضرت ﷺ کو فطرتاً نصیب تھیں اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً وحی کے ذریعے آپ پر امارت کے اسلوب روشن فرمائے اور وہی آیات ہیں جن کے حوالے سے میں اس مضمون کو جماعت پر کھول رہا ہوں۔ آج کے لئے جس آیت

کا میں نے انتخاب کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ دیکھو تم میں ایک رسولؐ آیا جو تم ہی میں سے ہے اور وہ شخص جو تم ہی میں سے ہے اس کی اطاعت تم پر لازم کر دی گئی ہے لیکن تم میں سے ہونے کے باوجود وہ کچھ مختلف صفات رکھتا ہے۔ ایسی عظیم الشان صفات ہیں جو اسے تم میں سے ہونے کے باوجود تم سے جدا بھی کر رہی ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ جب بھی تمہیں کوئی دقت پیش آئے جب بھی تم کسی مشکل میں مبتلا ہو اس پر یہ بات شاق گزرتی ہے۔ ہر اس شخص کی تکلیف جس کا آپؐ کو مطاع بنایا گیا آپؐ کے دل پر چوٹ لگاتی ہے اور آپؐ کے اندر کرب کے آثار پیدا کر دیتی ہے۔ صرف انہی کی نہیں جو آپؐ کے غلام ہوئے بلکہ ان کی بھی جن تک آپؐ کا پیغام پہنچنا تھا اور جن تک پیغام پہنچانے کے باوجود یہ مقدر تھا کہ وہ انکار کر دیں گے ان کے انکار کا تصور بھی آپ کو اذیت پہنچاتا ہے۔

پس یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو ہر امیر کو اپنے دل اور اپنے نفس میں ٹٹولنا چاہئے کہ موجود ہے بھی کہ نہیں اور یہ وہ بنیادی صفت ہے جو اسلامی اطاعت کے تصور کو ڈکٹیٹر شپ کے تصور سے بالکل جدا کر دیتی ہے۔ لوگ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کے رنگ دیکھ کر بسا اوقات غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی وہ لوگ جو غیر ہیں اور بعض مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے تو ایک بہت ہی خطرناک اور مکمل ڈکٹیٹر شپ کا نظام پیش کیا ہے۔ دیکھو جیسی اطاعت حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی آپ کے زمانے میں کی گئی اور جس طرح ہر فرد بشر اپنے آپ کو آپؐ کے حکم کے تابع سمجھتا تھا اتنی سخت اطاعت تو دنیا کی کسی ڈکٹیٹر شپ میں نہ دیکھی گئی، نہ سنی گئی۔ پس گویا اسلام ایک شخصی حکومت کی اور ایسی شخصی حکومت کی بنیاد ڈال رہا ہے جس کی نظیر انسانی شخصی حکومتوں میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ یہ ایک محض سطحی اعتراض ہے اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں اور یہ وہ اعتراض ہے جس کو آج پیش نظر رکھ کر میں وضاحت کے ساتھ ڈکٹیٹر شپ اور اسلامی نظام امارت میں فرق کر کے دکھانا چاہتا ہوں۔

کچھ امور تو وہ ہیں جن کا قرآن کریم نے یہاں ذکر فرمایا یعنی وہ شخص جو ہمہ وقت اپنے پیچھے چلنے والوں، اپنے مطیع افراد جماعت کے لئے بے چین رہے اور بے قرار رہے، ایک ادنیٰ سی تکلیف ان کی اسے ہمیشہ گہری تکلیف میں مبتلا کر دے اس شخص کے متعلق ڈکٹیٹر شپ کا کوئی تصور ممکن ہی نہیں۔ کوئی دنیا کا ڈکٹیٹر دکھائیں تو سہی جسے ان لوگوں کے تعلق میں جن پر اسے حکومت نصیب ہو ایسی

لگن لگ جائے ان کی تکلیفوں کے احساس کی کہ کوئی دور کسی جگہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو تو یہاں وہ خود بے قرار ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے وہ توقعات رکھیں جو آپؐ اپنے دل میں، اپنی ذات میں محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جو خود تھے ویسا ہی دوسروں کو بھی دیکھنا چاہتے تھے اور بسا اوقات آپؐ کا یہ انداز تھا کہ نیکی کی باتیں اپنی ذات سے منسوب کرنے کی بجائے مثالوں کی صورت میں بیان فرمایا کرتے یا صحابہؓ سے توقعات کی صورت میں بیان فرمایا کرتے۔ مثلاً یہ کہنے کی بجائے کہ میں وہ ہوں جس کے متعلق خدا نے یہ کہا آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت، مومنوں کی جماعت کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک بدن ہو اور سب ایک بدن کے اعضاء ہوں۔ اگر کسی کے پاؤں کے انگلی کے کنارے پر بھی کانٹا چبھے تو سارا بدن اس سے اذیت محسوس کرے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مثال جب تک حضرت اقدسؐ کی اپنی ذات کی نہ ہو آپؐ آگے بیان فرما ہی نہیں سکتے تھے اور سب سے زیادہ یہ مثال خود آپؐ کی ذات پر چسپاں ہوتی تھی۔ کسی مومن کی کوئی تکلیف آپؐ کے لئے قابل برداشت نہیں تھی۔ پس آپؐ نے جب خود اپنے متعلق کھول کر بات بیان نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذات کے متعلق کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ تمہیں بسا اوقات خیال بھی نہیں ہوگا کہ تم تکلیف میں مبتلا ہو اور کوئی تمہارے لئے بے قراری سے راتوں کو جاگ کر دعائیں کر رہا ہے لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا مطاع تمہیں نصیب ہوا ہے کہ تمہاری خاطر، تمہاری تکلیفوں میں مبتلا رہتا ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ تمہارے لئے حریص ہے یعنی صرف تمہاری تکلیف کے احساسات میں شدت نہیں رکھتا بلکہ تمہاری بھلائی کے خیال میں ایک حریص کی طرح اس کی حالت ہے۔ حریص ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے ایک طلب کی لگن لگ جائے جو اور چاہے، اور چاہے اور پھر بھی اس کی پیاس نہ بجھے۔ تو فرمایا تمہارے متعلق خیر کی ایسی تمنا اس کے دل میں ہے کہ جتنی بھی تمہیں خیر عطا ہو اس سے بڑھ کر یہ تمہارے لئے چاہتا ہے۔ پس تکلیف کا یہ احساس اور خیر کی یہ تمنا کیا کبھی دنیا کے کسی ڈکٹیٹر میں ایسی یا اس سے کروڑواں حصہ بھی دکھائی دی ہے۔

ڈکٹیٹر اگر کچھ تعلق اپنی ذات کا رکھتے ہیں تو ان لوگوں سے جو ان کی سچی جھوٹی ہر بات مان کر ان کے مظالم میں ان کے شریک اور ان کی حکومت کی بقاء کے لئے ہر دوسرے پر ہر ظلم کرنے کے

لئے تیار رہتے ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کی امارت کا اس بات سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

پھر فرمایا حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ یہاں عَلَيْكُمْ کے لفظ نے یہ بتا دیا کہ آپؐ کا یہ رجحان تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے کیونکہ جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے ان کے متعلق الگ مضمون بیان فرمایا گیا ہے بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی اس آیت کا خطاب دراصل تمام بنی نوع انسان سے ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ اے بنی نوع انسان تم ہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث ہو چکا ہے، مبعوث فرما دیا گیا ہے۔ وہ تمہاری ہر تکلیف کے لئے پریشان رہتا ہے۔ تمہاری ہر تکلیف محسوس کرتا ہے اور تمہارے لئے خیر کا اتنا خواہاں ہے کہ گویا اسے حرص لگ گئی ہے اور جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے رؤف رحیم ہے۔ رؤف خدا کا نام ہے، خدا کی صفت ہے اور رحیم بھی خدا کی صفت ہے۔ یہ وہ خاص موقع ہے جہاں صفات باری تعالیٰ سے آنحضرت ﷺ کو مخاطب فرمایا گیا ہے یا آپؐ کی ذات میں ان صفات کا اطلاق دکھایا گیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بھی اس آیت کے حوالے سے اس مضمون پر بہت روشنی ڈالی کہ یہ ایک غیر معمولی آیت ہے جو خدا کی صفات رَءُوفٌ اور رَّحِيمٌ کو حضور اکرم ﷺ کی ذات میں جاری دکھاتی ہے یعنی مومنوں کا جہاں تک تعلق ہے اس کی رأفت گویا خدا کی رأفت ہے۔ مومنوں کا جہاں تک تعلق ہے اس کی رحمت گویا خدا کی رحمت ہے لیکن اس لگن میں جو مومنوں کی تکلیف کے خیال کی لگن بھی ہے اور ان کی بھلائی دیکھنے کی لگن بھی ہے ایک ادنیٰ سا بھی تعلق اپنے نفس کا شامل نہیں۔ کوئی غرض یہ نہیں ہے کہ اگر میں اس طرح سلوک کروں گا تو میری اطاعت کی جائے گی۔ جہاں تک آپؐ کی اطاعت کا تعلق ہے آپؐ جانتے ہیں کہ محض خدا کی خاطر میں اطاعت کا حق دار ہوں اور میری رأفت اور رحمت کا اطاعت حاصل کرنے سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں اس سے بے نیاز ہیں۔ چنانچہ فرمایا فَإِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ لوگ پھر جائیں اور تیری طرف پیٹھ پھیر کر چلے جائیں فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تم پر اس لئے مہربان تھا، اس لئے رؤف اور رحیم تھا کہ تمہاری اطاعت چاہوں اور مجھ سے ذاتی تعلق کی وجہ سے تم میرے زیادہ مطیع ہو جاؤ۔ فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ اللہ میرے لئے بہت کافی ہے لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس میں ہر جھوٹے معبود کا انکار کرتا ہوں۔ مجھے اور کسی پر نہ توکل ہے، نہ کسی کی ضرورت ہے

عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ اسی پر میں توکل کرتا ہوں وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ اور وہ بڑے عظیم عرش کا رب ہے۔

اب عظیم عرش کا رب کہنے میں یہاں کون سی حکمت ہے جو اس مضمون کے ساتھ اس بیان کو باندھ رہی ہے۔ اصل میں عرش تخت کو کہتے ہیں اور اطاعت کروانے کا مضمون تخت سے تعلق رکھتا ہے۔ شہنشاہی کے تصور کے ساتھ امارت کا تعلق ہے جو اٹوٹ تعلق ہے۔ جہاں بھی آپ بڑے عظیم شہنشاہ یا بادشاہ یا جابر کی بات کرتے ہیں وہاں اس تخت کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے جس پر بیٹھ کر وہ حکومت کرتا ہے۔ فرمایا کہ میں تمہاری چند لوگوں کی اطاعت پر کیسے نازاں ہوسکتا ہوں تم کرو یا نہ کرو میرا اس ذات سے تعلق ہے جو رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ہے۔ جس کی تخت گاہ کائنات میں ہر چیز پر حاوی ہے اور کوئی ادنیٰ ذرّہ بھی کائنات کا اس کی اطاعت اور اس کی عظمت سے باہر نہیں ہے۔ پس میں اگر تمہارا مطاع بنایا گیا ہوں تو اپنی ذات کی وجہ سے نہیں رب عرش عظیم کے تعلق کی وجہ سے بنایا گیا ہوں۔ تمہاری خاطر میں قربانیاں دوں گا، قربانیاں دیتا ہوں، تم پر مہربان ہوں، مہربانی کا سلوک کرتا رہوں گا مگر اس وجہ سے نہیں کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں میری ضرورت ہے۔ اس لئے کہ میں رب عرش عظیم کا نمائندہ ہوں۔

یہ وہ پہلو ہے امارت کا جس کو ہمیں ہر احمدی امیر میں دیکھنا ہوگا کیونکہ اس کے بغیر وہ لوگ جو اطاعت کرتے ہیں انہیں نہ اطاعت کا سلیقہ عطا ہوسکتا ہے، نہ حوصلہ مل سکتا ہے، نہ ان کا دل ہر قسم کی نفسانی ملونی سے پاک ہوسکتا ہے۔ اطاعت کرنا ایک مشکل کام ہے کیونکہ ہر انسان اپنی انا کا غلام ہے اور جب اس کی انا کسی اور کی راہ میں حائل ہوتی ہے تو ہمیشہ انا دل میں ایک کہرام مچا دیتی ہے۔ ہر اطاعت کے وقت اس کا دل چاہتا ہے کہ میں آزاد ہوں ہر قسم کی غلامی سے باہر نکل آؤں۔ پس یہ جو آزادی کا پیغام انا دیتی ہے وہ ہر دوسرے کی اطاعت سے متصادم ہو جاتا ہے اور جہاں تک دنیا کی اطاعتوں کا تعلق ہے یہ انا ضرور سر اٹھاتی ہے مگر اندر ہی اندر بڑبڑاتی رہتی ہے اگر زور نہ چلے اور جب بس چلے وہ اطاعت کا جوا اتار پھینکنے کی پوری کوشش کرتی ہے۔

پس یہ بھی ایک فرق ہے جو ڈکٹیٹر شپ کی اطاعت اور اللہ کی طرف سے ماموروں کی اطاعت کا فرق ہے۔ وہاں انا کو دبانے کے لئے تمام بیرونی سامان مہیا ہوتے ہیں تمام بیرونی طاقتیں

ڈکٹیٹروں اور جابروں کے ہاتھوں یا دست قدرت کو نصیب ہوتی ہیں۔ وہ جو چاہے کریں جیسے چاہیں کریں اور جتنا بڑا ڈکٹیٹر کوئی ہو اتنا ہی زیادہ مطیع کے دل میں بغاوت کے جذبات بھڑکتے رہتے ہیں اور جب ایک ڈکٹیٹر اپنی کرسی کو چھوڑتا ہے خواہ وہ مر کے چھوڑے یا کسی اور ذریعہ سے تو وہ نفرت کے دبے ہوئے جذبات یک دم اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر جس اطاعت کا ذکر میں کر رہا ہوں یعنی اللہ کی طرف سے ماموروں کی اطاعت، مامور من اللہ کی اطاعت اس اطاعت کا بالکل برعکس حال ہے۔ وہاں ان صفات کا انسان جن کا بیان ان آیات میں کیا گیا ہے وہ نہ تو اطاعت لینے کی خاطر ان پر مہربان ہوتا ہے اور نہ ان کے عدم اطاعت کے جذبات سے ایک ذرّہ بھر بھی متاثر ہوتا ہے۔

اور ایک اور بڑا فرق یہ ہے کہ اس کی اطاعت باوجود اس کے کہ سب سے زیادہ سخت ہے پھر بھی ایک آزادی کا پہلو بھی اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو چاہے اس کی اطاعت سے جب چاہے پھر کر، پیٹھ پھیر کر الگ ہو جائے اور اس کا اختیار ہر اطاعت کرنے والے کو دیا گیا ہے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:30) میں یہ مضمون بیان ہوا، فرمایا کہ تجھ میں جو اطاعت کروانے کی غیر معمولی طاقتیں پائی جاتی ہیں اس کے باوجود ہم نے تیری اطاعت کرنے والوں کو کھلی اجازت دی ہے جب چاہیں وہ تیری طرف پیٹھ پھیر کر تجھ سے الگ ہو جائیں اور اس اجازت کے نتیجہ میں جو لوگ تجھے چھوڑیں گے ان کے متعلق ہماری ہدایت یہ ہے کہ تو نے ذرا بھی غم نہیں کرنا کیونکہ یہ خدا کے کام ہیں اور تیری طرف پیٹھ پھیر کر جانے والے حقیقت میں اللہ کی طرف پیٹھ پھیر کر جاتے ہیں۔ ان کا حساب اللہ پر ہے۔ تجھے نہ ان کی فکر ہے نہ ان کے لئے تو جوابدہ ہوگا۔ پس آنحضرت ﷺ کی بطور اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کے جو مضامین ان آیات میں بیان ہوئے ہیں وہ کلیۃً اللہ کی خاطر اطاعت کے مضمون کو غیر اللہ کی اطاعت کے مضمون سے جدا کر دیتے ہیں ان میں کوئی بھی آپس میں باہمی اشتباہ باقی نہیں رہتا۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ کا مضمون پہلے بھی ایک آیت میں بیان ہوا اور وہ یہی امارت کے تعلق والی آیت تھی۔ اس سلسلے میں اب میں احمدی امراء کو اور ہر اس شخص جو کسی پر کسی کام میں، کسی دائرے میں امیر بنایا گیا ہے کچھ نصیحتیں کرنی چاہتا ہوں۔ بہت سے نئے آنے والے جماعت میں داخل ہوں گے۔ آپ ان سے توقع رکھیں گے کہ وہ نظام جماعت کا ایک اٹوٹ انگ بن جائیں۔ ایک نہ جدا

ہونے والا حصہ ہو جائیں۔ وہ نظام جماعت کی اطاعت کریں اور ایک دن کا وہ منظر جو آنحضرت ﷺ نے ہمارے سامنے پیش کیا وہ کسی ایک قوم سے تعلق نہ رکھے بلکہ دنیا کی تمام قومیں ایک بدن بن جائیں اور ایک بدن جہاں اپنے ہر عضو کی تکلیف میں تکلیف کا احساس رکھتا ہے وہاں اس کا ہر عضو اس کی مرکزی قیادت کی اطاعت بھی کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں اور اطاعت کا جہاں تک تعلق ہے یعنی بدن کی اطاعت کا اس کا تعلق حسیات سے ہے۔ اس حوالے سے میں اس مضمون کو مزید کھولنا چاہتا ہوں۔

جب حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مومنوں کی جماعت سے مجھے توقع ہے کہ وہ ایک بدن کی طرح ہو جائیں۔ انگلی پر بھی زخم آئے یا گزند پہنچے تو سارا بدن اس کے لئے بے قرار ہو جائے۔ اس مضمون کا تعلق زود حسی سے ہے اور زود حسی کے بغیر نہ تکلیف ساری جماعت میں یکساں محسوس ہو سکتی ہے اور نہ خوشی سب جماعت میں برابر تقسیم ہو سکتی ہے۔ پس اس امر کے لئے زود حسی پیدا کرنا ضروری ہے جس کا جذبات سے تعلق ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کی اطاعت میں جذبات کو ایک گہرا دخل ہے اور یہ مضمون ہے جو ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ جذبات پیدا کرنا یہ امیر کا کام ہے وہاں سے جذبات شروع ہونے چاہئیں۔ اگر امیر ہمدرد ہے اگر امیر دوسرے کی تکلیف پر بے چین ہو جاتا ہے اگر ہر تکلیف پر اس کا ذہن از خود کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح میں اپنے زیرنگیں یعنی خدا کی خاطر زیرنگیں لوگوں کی بھلائی کے لئے تدبیریں سوچتا رہوں تو یہ وہ سچا امیر ہے جو آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر ہے اور ایسے امیر کے لئے محبت پیدا ہونا لازمی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایسے امیر کی جس کا نقشہ یہاں کھینچا گیا ہے اطاعت ایک خشک منطقی اطاعت ہو۔

خشک منطقی اطاعت کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ خشک منطقی اطاعت ہے جو ڈکٹیٹروں سے تعلق رکھتی ہے وہ دنیا کے بادشاہوں اور حکومتی نظاموں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں جہاں انسان چاہے جہاں بس چلے وہ اطاعت سے فرق کرے گا اطاعت سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا اور وہاں کی اطاعتیں مجبوری کی اطاعتیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام کی اطاعت مجبوری تو رکھتی ہے مگر وہ ایک دل کی مجبوری ہے اور ان دو مجبوریوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک شخص کو اجازت ہو کہ وہ ایک چیز کو اختیار کرے یا دوسری کو اختیار کرے اور پھر ایک کٹھن راہ کو اختیار کرلے تو یہ محبت کے تعلق

کے بغیر ممکن نہیں۔ جب آسان راہ بھی کھلی ہو اور مشکل راہ بھی کھلی ہو تو دنیا کی حکومتیں تو مشکل راہ پر ڈنڈے کے زور سے چلاتی ہیں اور سزا کے خوف سے وہ اپنی اطاعت کا سکہ منواتی ہیں۔ مگر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی یہ بات ہر وہ رستہ کھلا رکھتی تھی جس رستے پر چل کر اطاعت کرنے والے ہر قسم کی تکلیف سے بچ سکتے تھے اور امن کی راہیں ان پر ہمیشہ کشادہ رہتی تھیں۔ جب چاہتے حضور اکرم ﷺ سے تعلق توڑ کر وہ اپنی تکلیفوں میں کمی کر سکتے تھے بلکہ ان سے نجات حاصل کر سکتے تھے۔ پس اس اختیار کے باوجود جہاں اطاعت سے نکلنے کا رستہ بھی کھلا ہو اور اس رستے کے ذریعے ہر قسم کی تکلیفوں سے نجات کا رستہ بھی کھلا ہو پھر اطاعت کے رستے پر قائم رہنا اور تکلیفوں کو برداشت کرنا اور خوشی سے برداشت کرنا یہ محبت کے تقاضے ہیں، اس میں کوئی میکانکی حالت نہیں پائی جاتی۔

پس ڈکٹیٹر شپ کا اس قسم کی اطاعت کے ساتھ کوئی دور کا بھی علاقہ نہیں۔ کوئی پاگل ہوگا جو یہ وہم کرے کہ یہ اطاعت جس کا نقشہ اسلام کھینچ رہا ہے یہ ڈکٹیٹر شپ کی اطاعت ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہؓ کو دشمنوں نے دھوکے سے گھیر کر ان کو یا تو ایک ٹیلے پر ہی ہلاک کر دیا تیروں کے ذریعے یا بعض کو پکڑ لیا اور جن جن قبیلوں کو کوئی شکوہ تھا کہ کسی شخص نے جہاد کے دوران ان کے قبیلے کے کسی آدمی کو مارا تھا یہ فیصلہ کیا گیا کہ جو شخص بھی قیدی ہاتھ آئے اسے اس قبیلے کے سپرد کیا جائے، وہ اپنا انتقام لے۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ایک صحابیؓ ایک ایسے ہی قبیلے کے ہاتھ آئے جو اپنی دشمنی کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ جب ان کے قتل کا فیصلہ ہو گیا تو ان سے سوال کیا گیا کہ اب بتاؤ موت سے پہلے اگر تمہیں یہ اختیار دیا جائے کہ تمہاری جگہ محمد رسول اللہ ﷺ ہوں اور وہ پکڑے جائیں اور تمہیں آزادی مل جائے تو بتاؤ تمہارا فیصلہ کیا ہوگا۔ اس نے کہا خدا کی قسم یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا، میں تصور نہیں کر سکتا کہ میری زندگی کے بدلے محمد رسول اللہ ﷺ کو مدینے کی گلیوں میں ایک چھوٹا سا کانٹا بھی چبھ جائے۔ یہ وہ اطاعت ہے جو محبت کی اطاعت ہے جس کا ڈکٹیٹر شپ کی اطاعت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں اور پھر ان قیدیوں میں سے ایک نے آخری خواہش کا یہ اظہار کیا کہ مجھے دو نفل پڑھ لینے دو، میری دلی آخری تمنا یہی ہے کہ میں خدا کے حضور عبادت کرتا ہوا حاضر ہوں۔ پس دو نفل انہوں نے پڑھ لئے اور نیزہ ان کی چھاتی سے آر پار گزرا تو ایک ہی لفظ، ایک

ہی نعرہ تھا جوان کے منہ سے نکلا فزت برب الکعبة، فزت برب الکعبة رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا، رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اب یہ اطاعت کیا ڈکٹیٹرشپ کی اطاعت ہے!

ہم نے جس اطاعت کے مضمون کو آج سب دنیا کو سمجھانا اور سکھانا ہے وہ یہ اطاعت ہے جس کی میں باتیں کر رہا ہوں قرآن و حدیث اور سنت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابی کی سنت کے حوالے سے آپ کو سمجھا رہا ہوں اور یہ اطاعت ممکن نہیں جب تک اطاعت کروانے والا حضور اکرم ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مطیعوں کی محبت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ میں جب کہتا ہوں، مبتلا نہ ہو جائے تو یہ ایک بے اختیار کیفیت ہے اور حضور اکرم ﷺ اس کیفیت میں مبتلا تھے اس کے سوا آپؐ کے پاس چارہ کوئی نہیں تھا۔ آپؐ ان لوگوں کے غم میں بے قرار ہو جایا کرتے تھے جن کی ہلاکت کے فیصلے آسمان پر ہوتے تھے اور اتنے بے قرار ہوتے تھے کہ آسمان سے خدا آپؐ کو مخاطب کر کے فرماتا تھا کہ اے میرے بندے کیا تو ان دشمنوں کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔ یہ ہی وہ کیفیت ہے، وہ آسمانی راز ہے جو کبھی بھی حضور اکرم ﷺ خود نہ کھولتے مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان آیات کے ذریعے ان مضامین کو ہم پر روشن فرمایا۔

لیکن اس کے باوجود ایک ادنیٰ بھی خوف اپنے ماننے والوں یا وہ جن کے لئے مامور تھے ان کے پیٹھ پھیر کر چلے جانے کا، آپؐ کے دل میں لاحق نہیں تھا اور قرآن کریم کی دوسری آیت اس مضمون کو اس طرح بیان فرماتی ہے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (المدثر: 7) اے محمد ﷺ کیونکہ آپؐ اولین مخاطب ہیں آپؐ کے حوالے سے دوسرے بھی مخاطب ہیں مگر اولین مخاطب آپؐ ہیں تو کبھی بھی اس غرض سے احسان نہ کر کہ اپنا رسوخ بڑھا۔ تَسْتَكْثِرُ یہاں اس تعلق میں یہ ہے۔ ہرگز اس خیال سے کسی پر احسان نہ کر کہ تو اپنا رسوخ بڑھا۔ تجھے اپنا رسوخ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ خدا تیرے لئے کافی ہے اور وہی ہے جو ہمیشہ تیرا رسوخ بڑھاتا رہے گا۔ پس عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ کا مضمون اس بات کو کھول رہا ہے کہ اطاعت میں، اطاعت کروانے میں جذبہ محبت کا ہے جو کام کرے گا۔ جذبہ فدائیت کا ہے جو کام کرے گا لیکن ایسی فدائیت ہے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ انسان اس میں مبتلا ہو گیا ہے اس کا بس ہی کوئی نہیں۔

لوگ جب ماؤں کو کہتے ہیں کہ اپنے بچے کی تکلیف میں غم چھوڑ دے یا اپنے فوت شدہ بچے کے لئے اس قدر اندوہناک نہ ہو تو وہ نصیحت کرنے والوں کو محبت اور احسان کی نظر سے تو نہیں

دیکھتی۔ وہ شکوے اور تکلیف کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ وہ کہتی ہے تمہیں پتا کیا ہے کہ محبت ہوتی کیا ہے۔ تم کیا جانتے ہو کہ اپنے پیاروں کے دکھ کو انسان کس مشکل سے برداشت کرتا ہے۔ پس یہ سمجھانے کے قصے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جب بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ سمجھایا گویا سمجھایا کہ یہ نہ کر تو ہرگز مراد یہ نہیں تھی کہ آپؐ کو باز رکھا جا رہا تھا۔ یہ ایک محبت اور پیار کا اظہار ہے۔ محض اس بات کا اظہار ہے کہ میری تیرے دل پر ہمیشہ نظر رہتی ہے اور یہ کبھی ایسا نہیں ہوا اور ایک بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ ایسی دو آیات جو نازل ہوئیں جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ دشمنوں کے لئے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر ان آیات کے نزول کے بعد آپؐ نے غم چھوڑ دیا ہو۔

سورۃ ہود کے متعلق فرمایا اس نے تو مجھے بوڑھا کر دیا ہے کیونکہ یہ غم بناوٹ کا غم نہیں تھا۔ جو بناوٹ کا غم نہ ہو جو بے اختیار ہو اس پر نصیحت کا کوئی اثر ویسے ہی ممکن نہیں ہے کیونکہ دل کے معاملات میں نصیحت کا کیا تعلق۔ پس وہ غلط سمجھتے ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے گویا آپ کو حکم دیا کہ آج کے بعد غیروں کی فکر کرنا چھوڑ دے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی فکر ہی تو تھی جس نے دنیا کی کایا پلٹی ہے۔ اس فکر منداور بے قرار کی دعائیں ہی تھیں جس نے ایک عظیم انقلاب برپا کر کے دکھا دیا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ درحقیقت جو انقلاب عرب میں رونما ہوا جو حیرت انگیز انقلاب برپا ہوا کہ صدیوں کے مردے جاگ اٹھے اور قبروں سے باہر آ گئے۔ یہ انقلاب محمد مصطفی ﷺ کی دعاؤں کا انقلاب تھا۔ پس خدا کیسے آپؐ کو بے قرار دل کی دعاؤں سے باز رکھ سکتا تھا، باز کرتا یہ خیال ہی بالکل باطل اور بے حقیقت ہے۔ بعض پیار کے اظہار ہوا کرتے ہیں۔ یہ محض اللہ کے پیار کا اظہار ہے کہ میری تجھ پر نظر ہے۔ تو لوگوں کے لئے بے قرار ہے میں تیرے لئے بے قرار ہوں اور ان معنوں میں خدا کا بے قرار ہونا ایک محاورہ ہی نہیں حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے یہ ثابت ہے کہ جس رنگ میں بھی یہ ممکن ہے، ہم نہیں جانتے کہ کیسے ممکن ہے بعض دفعہ اپنے بندوں کی خوشی پر اللہ خوش ہوتا ہے اپنے بندوں کی ہنسی کے ساتھ اللہ ہنستا ہے اپنے بندوں کے غم میں خدا گویا مبتلا ہو جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث جس کا میں بار بار ذکر کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے پوچھے گا کہ جب میں مصیبت میں مبتلا تھا تم نے کیوں میری فکر نہ کی۔ جب میں بھوکا تھا تو نے مجھے کیوں کھانا نہ کھلایا۔ جب میں ننگے بدن تھا تو نے مجھے کیوں کپڑے نہ پہنائے۔ اس مضمون

کی تفصیلی حدیث ہے۔ ہر ایسے موقع پر وہ بندہ جسے خدا مخاطب ہوگا بے قرار ہوکر جواب دے گا کہ اے رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ تو کب بھوکا تھا۔ کیسے ممکن ہے کہ تو بھوکا ہو۔ تو کب ننگے بدن تھا۔ کیسے ممکن ہے کہ تو ننگے بدن ہو۔ کب تجھے بھوک اور پیاس نے تڑپایا کہ میں تیری خدمت کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ یہ جواب دے گا کہ جب میرا ایک غریب بندہ ننگے بدن تھا تو میں ننگے بدن تھا۔ تم نے کیوں اس کا خیال نہ کیا۔ پس یہ جو اختیار رہے نیک و بد کا اس سے بعض بڑے کریہہ مناظر پیدا ہوتے ہیں تکالیف کے مگر یہ بھی خدا تعالیٰ کے ایک عظیم پرحکمت نظام کا حصہ ہیں لیکن یہ خیال کر لینا کہ اللہ رحیم نہیں ہے ورنہ وہ ان تکلیفوں کو دور کر دیتا ایک جاہلانہ خیال ہے یہ حدیث ان خیالات کا بطلان کرتی ہے۔ اللہ کو اپنے سب بندوں کا احساس ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس تکلیف کے بدلے جو انہیں عارضی طور پر دنیا میں پہنچے گی انہیں وہ اتنا خوش کرسکتا ہے، اتنا خوش کرے گا کہ وہ لوگ سمجھیں گے کہ یہ جو کچھ ہمیں نصیب ہو رہا ہے اس کا، ہمارے دکھوں سے اس کی کوئی بھی نسبت نہیں۔ وہ دکھ ان کو حقیر محسوس ہوں گے بے معنی دکھائی دیں گے کیونکہ جب ایک معمولی تکلیف کا بہت بڑا انعام دیا جاتا ہے تو تکلیف بالکل کالعدم ہو جایا کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے جب میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے جب یہ کہتا ہے کہ اے میرے بندے بے قرار نہ ہو تو یہ کہنا ہرگز جائز نہیں کہ دراصل یہ پیغام ہے کہ اے میرے بندے میری خاطر تو دنیا کے دکھوں سے بے قرار ہو رہا ہے اس طرف نظر کر کہ تیرے لئے آسمان پر بے قرار ہوں۔ ورنہ یہ نصیحت کبھی خدا تعالیٰ نہ فرماتا۔ یہ وہ جذبہ ہے جو ایک حیرت انگیز لافانی اطاعت کی روح پیدا کرتا ہے اور اطاعت امارت سے شروع ہوتی ہے۔

پس آپ میں سے ہر وہ شخص جس کے سپرد کسی قسم کے امارت کے مناصب سونپے جائیں وہ یاد رکھے کہ ایک ہی اطاعت کروانے کا رنگ ہے اور وہ محمد مصطفی ﷺ کا رنگ ہے۔ اس رنگ کو اپنائیں گے تو خدا کے رنگ اپنائیں گے۔ اگر اس رنگ کو نہیں اپنائیں گے تو آپ اس بات کے اہل ہی نہیں ہیں کہ آپ کی کسی معنے میں بھی اطاعت کی جائے۔ اس تعلق میں بعض اور آیات بھی ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ مگر چونکہ وقت کم ہے اس لئے صرف ایک سورہ مدثر کی بعض آیات ہیں انہی پر میں قرآن کریم کے حوالے کو ختم کروں گا۔ پھر احادیث کے حوالے سے چند اور امور آپ کے سامنے رکھوں گا۔

فرمایا یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ (المدثر: 2) اے فرغل پہنے ہوئے یا کوٹ پہنے ہوئے، جو اوپر کا کوٹ

ہے کھڑے ہونے والے قُمْ فَاَنْذِرْ (المدثر:3) کھڑا ہوجا اور ڈرا وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (المدثر:4) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (المدثر:5) اور اپنے کپڑوں کو پاک کر۔ یہاں جو امیر کے فرائض ہیں ان میں ایک بہت اہم فریضہ اپنے ساتھیوں کا پاک کرنے کا فریضہ ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ جہاں تک شفقت اور رحمت کا تعلق ہے یہ کوئی نفسانی کمزوری کی شفقت اور رحمت نہیں ہے۔ پس اگر کوئی امیر یا کوئی شخص کسی معنوں میں بھی مامور بنایا گیا ہو وہ سمجھے کہ اس کے لئے یہی کافی ہے کہ لوگوں کے لئے مہربان ہو تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ بعض دفعہ دل کی کمزوری کی مہربانی فائدے کی بجائے نقصان پہنچاتی ہے جو مہربانی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی مہربانی تھی اس مہربانی کے بہت گہرے فرائض تھے اور وہ مہربانی محض پیار کی بات تک محدود نہیں تھی بلکہ بنی نوع انسان کے دنیا اور آخرت کے عظیم فوائد تک ممتد تھی۔ اس پہلو سے آپ کے فرائض کو بطور مطاع کے یوں بیان فرمایا گیا۔ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ اوّل تو اَلْمُدَّثِّرُ کا معنی کپڑے میں لپٹے ہوئے یا وہ جس نے اپنے اوپر ایک اوپر کا کوئی لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ یہ سمجھنے والی بات ہے۔ مراد یہ ہے کہ جیسے بارانی کوٹ سے انسان بارش اور موسم کے بد اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی تعریف فرما رہا ہے کہ تو ہر قسم کے بد اثر سے بالکل پاک اور محفوظ ہے۔ کوئی دنیا کا بد اثر تیری ذات میں سرایت نہیں کر سکتا بلکہ تیرے کپڑوں تک جو تیرے بدن سے چمٹے ہوئے ہیں وہ سرایت کرنے کی توفیق نہیں پائے گا۔ تو ہر وقت غیر اللہ کے اثرات سے محفوظ ہے اور خدا کی حفاظت میں لپٹا ہوا ہے۔ قُمْ فَاَنْذِرْ اس حالت میں کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ اور محض اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ کسی دنیا کے ملاحظے کی خاطر یا دنیا کو خوش کرنے کی خاطر غیر اللہ کی تعریف کا تو حضور اکرم ﷺ کے لئے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پس جہاں یہ حکم دیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ پہلے رسول اللہ ﷺ اس فریضے سے غافل تھے مراد یہ ہے کہ اپنے رب کی تکبیر کرتا چلا جا۔

اس کا ڈرانے سے یہ تعلق ہے کہ جب تو ڈرائے گا تو لوگ تجھ پر، تیرے خلاف انتقامی کروائی کر سکتے ہیں لوگ تجھ سے دور بھاگ سکتے ہیں۔ مگر اس کے نتیجہ میں رب کی تکبیر کرنا اس کی بڑائی بیان کرنا تیرا ایک جاری فریضہ رہنا چاہئے۔ تجھے ذرا بھی متاثر اس بات سے نہیں ہونا چاہئے کہ لوگ کیا اثر لیتے ہیں۔ اثر قبول کرتے ہیں یا ردعمل دکھاتے ہیں۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پاک کر۔ اب سوال یہ ہے کہ جو پہلی آیت کا مضمون ہے وہ اس آیت سے متضاد کیوں ہو گیا

یعنی بظاہر دیکھنے میں متضاد دکھائی دیتا ہے۔ پہلے تو یہ صفت بیان فرمائی کہ تو ایسے لبادے میں ملبوس ہے جس پر کوئی بد اثر بیرونی اثر کا پڑ ہی نہیں سکتا بلکہ وہ تیرے بدن اور اندرونے کو کلیتہً غیر اللہ کے اثر سے محفوظ رکھ رہا ہے۔ اب وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ سے کیا مراد ہے پھر۔ ثیاب کا ایک معنی ہے ساتھ اور اسی پہلو سے مرد کو عورت کا لباس اور عورت کو مرد کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا تیرا پاک ہونا اور تیری پاکیزگی کی حفاظت اور ضمانت ہونا کافی نہیں ہے۔ تجھے اس لئے قائم نہیں فرمایا گیا کہ تو محض اپنے بدن کی حفاظت اور پاکیزگی کا خیال کرے۔ تجھ پر یہ فریضہ ہے کہ اپنے اردگرد اپنے ماحول کو پاک اور صاف کرتا رہ۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ اور شرک اور ناپاکی کو کلیتہً چھوڑ دے۔ اب یہ بھی ایک عجیب مضمون ہے کہ خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو فرما رہا ہے کہ رجز کو پوری طرح چھوڑ دے حالانکہ رجز تو آپ کے قریب تک نہیں پھٹکا تھا۔ تمام موحد انبیاءؑ میں سب سے بلند مرتبہ آنحضرت ﷺ کا تھا۔ توحید کی خاطر تو آپ نے سب کچھ لٹا دیا۔ تو خدا کی نصیحت کیا معنے رکھتی ہے کہ شرک کو چھوڑ دے۔ اس کا حوالہ ’’ثیــاب‘‘ کی طرف ہے اور چھوڑ دے کا معنیٰ ہجرت سے تعلق رکھتا ہے جو قرآن کریم میں بھی بیان ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی روشنی ڈالی۔ فرمایا وہ کپڑے جن کو تو نے پاک کرنا ہے اگر وہ شرک سے آلودہ ہو گئے ہوں یعنی وہ لوگ جو تیرے اردگرد رہتے ہیں اگر ان میں تو شرک کے آثار دیکھے تو ان سے ہجرت کر جا۔ ان کو قریب تک نہ پھٹکنے دے۔ ہجرت کرنے کا یہ مضمون ہے۔ تیرے ماحول میں محض موحد بندے رہنے چاہئیں۔ ہر قسم کے مشرکوں سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ مراد یہ نہیں کہ آپؐ کے اندر شرک ہے جس سے **نعوذ باللہ من ذلک** علیحدگی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ آپؐ کے اردگرد بسنے والوں میں اگر کوئی شرک کے آثار ہوں تو ان سے علیحدہ ہو جا۔

اور یہ وہ مضمون ہے جس کا سمجھنا امارت کے تعلق میں بہت ہی لازم ہے، بہت ہی ضروری ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کو امارت کے اختیارات سونپے گئے ہوں اس کے اردگرد لازماً ایسے لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں جو اس کی بڑائی کے گیت گانے لگتے ہیں۔ جو اسے بڑا بتاتے ہیں اور اس پہلو سے اس کی امارت میں شریک ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ جو ایک طبعی انسانی فطرتی کمزوری ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ نے یہاں توجہ دلائی ہے ورنہ دنیا کے بادشاہ اور صاحب امر لوگ تو ہمیشہ ان لوگوں کے گھیرے میں آ جایا کرتے ہیں۔ جو ان کی بڑائی بیان کرے وہ اس کو بڑا سمجھتے ہیں اس کو اور زیادہ

قریب کرتے ہیں اور جتنا ان کو قریب کرتے ہیں اتنا عوام الناس ان سے دور ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ہمیں یہ فرمایا ہے کہ تمہارے اردگرد جو لوگ ہیں انہیں پاک رکھنا تمہاری امارت کی ذمہ داریوں میں سے ہے اور ان کی کمزوریوں سے صرف نظر کی تمہیں اجازت نہیں۔ یہ وہ پہلو ہے جس میں میں کئی صاحب امر لوگوں کو ملوث پاتا ہوں۔ ایسی کمزوری ہے جو بسا اوقات دکھائی دیتی ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہوتا ہے جہاں تک میرا بس چلتا ہے انہیں سمجھا کر اس کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن پھر بھی مخفی طور پر یہ فطری کمزوری اندر سے سر اٹھا لیتی ہے اور امارت کو اس طریق سے کئی طرح سے نقصان پہنچا دیتی ہے۔

بہت سے امیر ہیں جو میرے پیش نظر ہیں جب میں یہ بات کر رہا ہوں کسی کا نام لینے کی ضرورت نہیں مگر بہت سے متقی امراء بھی ایسے ہیں جن کے اندر یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ چند لوگوں کے ہاتھ میں وہ گویا کھلونے بن جاتے ہیں اور اپنی طرف سے وہ تقویٰ کے ساتھ یہ فیصلہ کرتے ہیں اور اپنی طرف سے اس وجہ سے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان کے مددگار، ان کی تائید کرنے والوں میں یہ لوگ سب سے آگے آگے ہیں اور اس بات کو بھلا دیتے ہیں کہ ایسے ہی لوگوں میں مریض بھی شامل ہو سکتے ہیں اور ان کے مرض کی شناخت شرک کے ذریعے ممکن ہے اس کے سوا کوئی ممکن نہیں۔ پس جہاں بھی کوئی شخص کسی کے اچھے بھلے فیصلے کی تائید کرتا رہے اور ہمیشہ تائید کرے اور اس کے برعکس جب بعض لوگ اس سے اختلاف کریں تو اس بات کو بھلا دے کہ اختلاف کرنے والے سچے ہیں یا غلط ہیں اور یہ سمجھے کہ میری اطاعت کا تقاضا ہے کہ میں امیر کی ہر بات کی ہاں میں ہاں ملاؤں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل میں شرک پیدا ہو چکا ہے اور امراء کو نصیحت ہے کہ وہ ایسے شرک کی تلاش میں رہیں۔ گہری نظر سے مطالعہ کریں اور ایسے لوگوں کو اپنا خیر خواہ نہ سمجھیں جو ہر اچھے بھلے میں ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے متنبہ ہو جائیں اور ان سے فاصلہ اختیار کریں۔ جس حد تک ان میں تقویٰ کی کمی دیکھیں اسی حد تک ان سے اپنے آپ کو الگ کر لیں۔ یہ معنی ہے وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ جہاں شرک کے آثار دیکھو گے ان لوگوں سے ہجرت کر جاؤ ان سے اپنا تعلق ہی توڑ لو۔ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ تمہارے ماحول میں رہیں۔

پس اس نظر سے جب آپ اپنے ماحول کی شناخت کرتے ہیں تو اس وقت آپ کو حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ آپ کس حد تک خدا کی خاطر لوگوں سے اطاعت کے خواہاں ہیں اور کس حد تک

اپنے نفس کی خاطر اطاعت کے خواہاں ہیں کیونکہ شرک کا مضمون دوطرفہ ہے جہاں کوئی امیر ایسے لوگوں کی باتوں سے خوش ہوتا ہے جو دکھائی دے دینا چاہیئے کہ محض خوشامد کی خاطر اس کی بڑائی کرتے ہیں اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں وہاں وہ خود بھی شرک میں شریک ہو گیا اور شرک ایک ایسی لعنت ہے کہ شرک کرنے والا بھی پوچھا جائے گا اور جس کو شریک ٹھہرایا جائے گا وہ بھی پوچھا جائے گا اور دونوں ہی لعنتیں ہیں۔ پس اگر چہ یہ شرک خفی ہے۔ اس کے بہت باریک پہلو ہیں۔ مگر ہم نے جو دنیا کو اطاعت کے اسلوب سکھانے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی امارت کے رنگ دکھانے ہیں ہمیں لازماً اپنی ذات میں یہ باریک تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی ورنہ نظام جماعت کی حفاظت کی کوئی ضمانت ممکن نہیں ہے۔ ہر آنے والے کو سمجھانا ہے اور یہاں امریکہ میں بھی اس کی ضرورت ہے اور ان میں بھی ضرورت ہے جو آج سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ کئی قسم کے میں افریقن احمدی دیکھتا ہوں جو امریکہ میں آباد ہو کر اب امریکن افریقن احمدی ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ان شکوک میں مبتلا رہتے ہیں کہ جو امارت کی باتیں ہو رہی ہیں جو اطاعت کی باتیں ہو رہی ہیں گویا ایک حاکم کے بدلے تم اور حاکم بیرونی ہم پر نافذ کر دئے گئے ہو اور کیوں ہم آخر اس طرح اطاعت کریں۔ یہ جوان کے ایمان کی کمزوری ہے یہ دراصل فہم کی کمزوری سے ایمان کی کمزوری پیدا ہوئی اور اس فہم کی کمزوری میں ان لوگوں کا دخل ہے اور وہ ذمہ دار ہیں جن کا فرض تھا کہ ان کو اسلامی اطاعت کی روح سکھائیں اور بتائیں کہ امارت کی اطاعت کیوں ہوتی ہے اور کس کی خاطر ہوتی ہے۔ پس اگر اطاعت اللہ کے لئے ہے جیسا کہ ان آیات میں آخر پر مضمون کو اپنے انتہائی نقطہ عروج تک پہنچایا گیا ہے تو پھر اگر وہ اس بات کو سمجھ لیں کہ اطاعت رب کی ہے، بندے کی نہیں ہے تو وہ اس فکر سے آزاد ہو جائیں گے، اس احساس کمتری کا شکار نہیں رہیں گے۔

چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ان سب پر جن کا ذکر گزرا ہے ان پر اس غرض سے احسان نہیں کرنا کہ تیرا اثر اور رسوخ بڑھے کیونکہ اگر شرک کو تو نے برداشت کر لیا اپنی ذاتی بڑائی کو پسند کیا اور ان کمزور لوگوں پر جو بیمار ہو گئے ہیں ان کو اپنے اردگرد رہنے دیا تو اس بیماری کا اثر تیرے گردوپیش پر پڑے گا۔ تمام دائرے کو یہ بیماری بیمار کر سکتی ہے جن کا تیری امارت سے تعلق ہے اور امر واقعہ ہے کہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ جہاں لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ ایک ایسا امیر ان پر نافذ کیا گیا

ہے جو خوشامد کو پسند کرتا ہے یا محض تائید کو دیکھتا ہے اور یہ نہیں پہچانتا کہ تائید برحق اور مناسب ہے یا ناحق ایک قسم کی جنبہ داری کے تعلق میں ہے تو وہ خود بھی مریض ہو جاتا ہے اور ساری جماعت میں یہ مرض پھیل جاتا ہے کہ جی اچھی بات کہو تو فائدہ ہوگا۔ تعریفیں کرو گے تو تمہیں کچھ حاصل ہوگا ورنہ تم جماعت کے پسندیدہ دائرے سے باہر نکال کر پھینک دیئے جاؤ گے۔

جہاں تک اس اعتراض کا حق ہے خدا تعالیٰ یہ اعتراض کا حق کسی کو نہیں دیتا۔ یہ ایک الگ مضمون ہے اس کی طرف میں پھر آؤں گا لیکن جہاں تک امیروں کو ہدایت دینے کا تعلق ہے فرمایا ہے تم نے ہرگز اپنے رسوخ کو بڑھانے کی خاطر کوئی احسان نہیں کرنا۔ اگر کوئی مریض ہے تو اسے کاٹ کر الگ کر دو اور اس معاملے میں احسان کو عدل کی راہ میں حائل نہ ہونے دو۔ یہ وہ مضمون ہے جس کی باریکی کو سمجھنا ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے اور ہر سطح پر اس کی باریکی کو سمجھنا ضروری ہے۔ احسان عدل سے اوپر کا مرتبہ ہے مگر عدل کو احسان پر ہمیشہ یہ فوقیت حاصل ہے کہ جب احسان عدل سے ٹکراتا ہے تو احسان گر جاتا ہے عدل باقی رہتا ہے۔ پس ایک احسان کا تقاضا ہے جو رؤف رحیم میں بیان ہوا ہے۔ ایک عدل کا تقاضا ہے جو گندے اور مشرک لوگوں کو اپنے سے ہٹا کر باہر دور پھینک دینے کا تقاضا ہے۔ یہ تقاضا ہمیشہ غالب رہے گا اور کوئی احسان بھی عدل کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتا۔

آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو اپنے حوالے سے یوں کھولا کہ ایک موقع پر جب ایک سردار کی بیٹی کے ہاتھ کاٹے جانے تھے اس وقت کسی نے حضرت اسامہؓ بن زید کو اس خیال سے کہ آپؐ کو اپنے غلام کا بیٹا بہت پیارا ہے سفارش کے لئے بھیجا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے وہ اسامہ ہی تھے مگر کوئی اور بھی ہوسکتا ہے۔ جو بھی تھا اسے اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ کو بڑا پیارا ہے سفارش کے لئے بھیجا اور یہ کہا کہ آنحضورؐ سے عرض کرو کہ یہ وہ عورت جس کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیا گیا ہے یہ ایک بہت بڑے رئیس اور صاحب اختیار انسان کی بیوی یا اس کے خاندان سے تعلق رکھنے والی ہے۔ اگر اس کے ہاتھ کاٹے گئے تو ہوسکتا ہے اس سارے قبیلے پر ابتلا آئے۔ جب آپؐ نے یہ بات سنی تو جلال سے آپؐ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اتفاق کی بات تھی کہ اس کا نام بھی فاطمہ تھا اور آپؐ کی بیٹی کا نام بھی فاطمہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا اس فاطمہ کی تم سفارش کرتے ہو، خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا بھی اسی طرح حکم دیتا۔ یہ عدل ہے۔

(صحیح مسلم ، کتاب الحدود ، باب قطع السارق الشریف وغیرہ ،والنھی عن الشفاعة فی الحدود)

سب سے زیادہ احسان کا تعلق آپ ؐ کو امت کے علاوہ اقرباء سے تھا کیونکہ قرآن کریم نے اقرباء کا حق زیادہ بتایا ہے اور اس مضمون کو جگہ جگہ کھولا ہے۔ پس اپنے اہل سے جو رحمت اور شفقت کا تعلق تھا وہ اسی الٰہی ہدایت کے تابع تھا کہ ساری امت سے تیرا تعلق ہے مگر اقرباء کا پھر بھی ایک فائق حق ہے جس کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ہے۔ تو مثال فاطمہ کی دی اپنی پیاری بیٹی کی جو ایک پاکیزگی کا بھی مجسمہ تھی اگر یہ بھی چوری کرتی تو میں ہرگز اپنے احسان کو عدل کی راہ میں حائل نہ ہونے دیتا۔ پس یہاں عدل کی بحث ہے اور عدل کے اوپر جب احسان کو غالب کیا جائے تو شرک شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں ہمیشہ کوئی مخفی خوف ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان عدل سے باز آتا ہے۔ یاد رکھو عدل کے قیام میں ہمیشہ شرک روک بنتا ہے۔ آپ جتنی گہرائی سے اس مضمون کا جائزہ لیں اس کے سوا کوئی نتیجہ نکال ہی نہیں سکتے کہ عدل کی راہ میں ہمیشہ شرک حائل ہوگا۔

تو فرمایا کہ تو نے کمال عدل سے کام لینا ہے۔ رجز کو چھوڑنا ہے بہرحال چھوڑنا ہے اور تیرا احسان اس راہ میں حائل نہ ہو اور یہ خیال دل میں جا گزیں نہ ہو کہ اس طرح تیرا رسوخ کم ہو جائے گا۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (المدثر:8) اور جو کچھ کرنا ہے اپنے رب کی خاطر کرنا ہے اور اپنے رب کی خاطر صبر سے کام لینا ہے۔

اب ایک اور مضمون ایسا بیان ہو گیا جس کا دنیا کی ڈکٹیٹر شپ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ڈکٹیٹر اور صبر کا کیا تعلق ہے۔ جو ڈکٹیٹروں کے ماتحت ہوتے ہیں وہ بے چارے صبر کرتے کرتے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جانیں دے دیتے ہیں مگر ڈکٹیٹر کے لئے تو صبر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کو اس موقع پر جو یہ فرمایا وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ یہ ایک بہت گہرا اور وسیع مضمون ہے جس کو سمجھ کر اپنی ذات سے جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ فَاصْبِرْ سے مراد ایک تو یہ ہے کہ دشمنوں کی ایذا رسانی، دشمنوں کی تکلیف پر جو عدل کے نتیجے میں ضرور عادل کو پہنچا کرتی ہے تو نے صبر سے کام لینا ہے۔ دوسرے یہ کہ عدل کے اجراء میں صبر سے کام لینا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ جب خدا کی خاطر کوئی فیصلہ فرمایا کرتے تھے تو ہمیشہ اس کا دکھ محسوس کرتے تھے اور کبھی بھی کوئی تلخ فیصلہ غصے اور نفرت کے جذبے سے نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کوشش کرتے تھے کہ عدل سے ڈرے ڈرے جہاں تک ممکن

ہے اس فیصلے کا اطلاق نہ ہو جو آپ کے دل پر شاق گزرا کرتا تھا۔

ایک موقع پر ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے وہ گناہ سرزد ہو گیا ہے جس کے نتیجے میں مجھے سنگسار کرنے کا حکم ہونا چاہئے۔ آپ نے بات سنی اور منہ دوسری طرف کر لیا۔ وہ شخص دوسری طرف سے آیا اور پھر یہی بات عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے وہ گناہ سرزد ہوا ہے جس کے نتیجہ میں مجھے سنگسار کرنے کا حکم جاری فرمائیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ ابھی وہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی جس میں سنگساری کی بجائے سو کوڑے کی سزا مقرر فرمائی گئی۔ آپ نے پھر منہ دوسری طرف کر لیا۔ پھر وہ دوبارہ اس طرف سے آیا پھر آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر جب چوتھی بار آیا تو آپ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اور سنگسار کر دو۔ اب یہ تین مرتبہ انحراف اور چوتھی بار توجہ فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے دل میں یہ بات بہت گراں گزرتی تھی کہ عدل کی خاطر ہی سہی مگر کسی کو سزا دی جائے اور دل نے یہ ایک جائز عذر اس وقت تراشا جو جائز تھا کہ اسلام نے چار گواہیوں کا حکم دیا ہے اس لئے جب تک یہ چار دفعہ اقرار نہ کرے میں اس کو سزا نہیں دوں گا۔ کتنا عظیم خیال ہے، کتنا لطیف خیال ہے۔ ایک عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ محبت میں مبتلا کا قصہ ہے۔

''مجھ سے بڑھ کر میری بخشش کے بہانوں کی تلاش''

اس کو کہتے ہیں۔ مجرم حاضر ہے کہ مجھے قتل کیا جائے، مجھے دفنا دیا جائے زندہ درگو کر دیا جائے۔ آپ اس سے احتراز کر کے دوسری طرف منہ پھیر لیتے ہیں۔ کیا محبت کے بغیر یہ ممکن ہے اور جب حکم دیا تو اس وقت بھی دل بے قرار رہا مگر عدل کی خاطر یہ مجبوری تھی۔ قیام عدل پر ایک بالا تقاضا تھا لیکن اس کے بعد ایک اور واقعہ ہوتا ہے۔ وہی شخص جب اس پر پتھر برسائے جانے لگے تو پہلے تو وہ بڑی بہادری سے کہتا تھا مجھے سنگسار کیا جائے اس وقت تکلیف سے اٹھ دوڑا اور بعض صحابہؓ نے اس کا پیچھا کیا اور ایک نے اس کو پکڑ لیا اور پھر اسے سنگسار کر دیا۔ جب یہ واقعہ فخر سے محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ کو بے انتہاء تکلیف پہنچی۔ آپ نے کہا بھاگتا تھا تو بھاگنے دیتے۔ تمہیں کیا مصیبت پڑی ہوئی تھی کہ اس کے پیچھے پڑ کے اسے پکڑ کے پھر ذبح کرتے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود ،باب من اعترف علی نفسه بالزنی)

یہ ہے احسان اور عدل کا ایک ایسا رابطہ جس سے بلند تر رابطہ ممکن نہیں ہے۔ نہ پہلے انبیاءؑ میں کوئی اس کی مثال دکھائی دیتی ہے، نہ آئندہ کبھی کسی انسان میں اس کی مثال دکھائی دے سکتی ہے۔

اور یہ امر واقعہ ہے کہ خدا کی خاطر جب انسان سزا دیتا ہے اگر واقعتاً خدا کی خاطر دیتا ہے تو ضرور اس کا دکھ محسوس کرتا ہے۔ میں ایک حقیر، عاجز، ادنیٰ غلام ہوں محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ خدا کی خاطر مجھے کسی کو سزا دینی پڑے اور میں خود تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ بعض دفعہ ساری ساری رات میں بے چین رہا ہوں کہ کیوں مجھے اتنا سخت اقدام کرنا پڑ رہا ہے لیکن دشمن اعتراض سے باز نہیں آتے کہتے ہیں دیکھو تم نے جاری کر دی سزا۔ تمہارے دل میں کوئی رحم نہیں ہے۔ میں ان کو جواب دیتا ہوں کہ دیکھو رحم اور عدل کا ایک ایسا رشتہ ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ سے ہم سیکھیں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر عدل اور احسان کا کوئی رشتہ استوار ہو ہی نہیں سکتا۔ پس اپنی تکلیف کو میں خدا پہ چھوڑتا ہوں اور تمہارے اعتراض کو بھی میں خدا پہ چھوڑتا ہوں مگر احسان کے نام پر مجھ سے عدل کے تقاضوں سے بے اعتنائی کی کبھی توقع نہ رکھنا کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا نمونہ نہیں دکھایا۔

پس یہ وہ امارت کے حقوق ہیں جو آپ سب کو ہم سب کو ادا کرنے ہیں اور یہ معنی ہے وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ان کی تکلیفیں بھی خدا کی خاطر برداشت کر اور خدا کی خاطر جو تجھے تلخ فیصلے نافذ کرنے پڑتے ہیں ان کا دکھ بھی خدا کی خاطر برداشت کر۔ یہ وہ صبر عظیم ہے جس کا ذکر آنحضرت ﷺ کے حوالے میں بعض دفعہ نام لے کر، کھلے اشارے میں، بعض دفعہ مخفی اشاروں میں ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے اور یہ وہ حظ عظیم ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوا اور جس کے نتیجہ میں پھر دشمن دوست بنائے جاتے ہیں۔ پس ایسے ہی امیر کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ پہلے یہ حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں، وقت تھوڑا ہے، دو حدیثیں شاید پیش کر سکوں گا۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی کو نہیں مارا نہ کسی عورت کو، نہ خادم کو یعنی آپؐ کی قلبی کیفیت یہ تھی۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے رستے میں آپؐ نے خوب جہاد کیا۔ آپؐ کو جب کسی نے تکلیف پہنچائی آپؐ نے کبھی اس سے انتقام نہیں لیا ہاں جب اللہ تعالیٰ کے کسی قابل احترام مقام کی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں خدا کی طرف سے معزز، محترم چیزیں قرار دی گئی ہیں ان

کی ہتک ہوئی اوران کی بے حرمتی کی گئی تو پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر آپؐ نے ضروران سے انتقام لیا۔

(صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ،باب مباعدتہؐ للاثم واختیارہ من المباح ، أ سھلہ و انتقامہ للہ عند انتھاك حرماتہ)

آنحضورﷺ اطاعت کے دائرے کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ متنبہ فرماتے ہیں کہ امیر کی اطاعت کرو، میری خاطر اطاعت کرواس لئے کہ میرے نظام کا وہ ایک حصہ ہےاور خدا سے تعلق میں وہ تمہیں اطاعت کا حکم دیتا ہے یا بعض باتوں سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔فرمایا اس تعلق میں یادرکھو کہ کبھی غیر اللہ کی اطاعت نہیں کرنی ۔ یہ محض اللہ کی اطاعت ہے جس کی خاطر تم بندے کے سامنے سر جھکا رہے ہو۔ پس اس کی پہچان یہ ہوگی کہ اگر وہ کبھی معصیت کا حکم دیتا ہے تو ہرگز اس کی امارت کے نام پر اس کی معصیت میں اور اس کے سامنے سر نہیں جھکانا اور کبھی معصیت کے کام میں خدا تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کے معاملے میں کسی بندے کی اطاعت نہیں کرنی۔

اس کی ایک مثال حضرت علیؓ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرتﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اوراس کو اطاعت کی ہدایت فرمائی۔ایک موقع پر اس امیر نے جو کم فہم تھا لوگوں کی اطاعت کو آزمانے کی خاطر آگ جلوائی اور حکم دیا اور پوچھا کہ اگر میں تمہیں اس آگ میں کودجانے کا حکم دوں تو کیا تم میری بات مانو گے۔تو بعض سادہ لوح لوگوں نے عرض کیا ہاں آپ ہمارے امیر ہیں۔آپ اگر ہمیں آگ میں کودجانے کا حکم دیں گے تو ہم مان جائیں گے اور بعض نے کہا کہ معصیت میں امیر کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے جس فعل سے منع فرمایا ہے اس میں ہم ہرگز تمہاری اطاعت نہیں کریں گے۔ جب واپسی پر یہ معاملہ آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ آگ میں کودجاتے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم امیر کی اطاعت کی خاطر کودجائیں گے تو ہمیشہ اس آگ میں جلتے رہتے کیونکہ امیر کی اطاعت محض معروف اور جانے پہچانے اچھے امور میں ہے۔کھلی معصیت والے کاموں میں امیر کی کوئی اطاعت نہیں۔

(صحیح مسلم ، کتاب الأمارۃ ،باب وجوب طاعۃ الأمر فی غیر معصیۃ، وتحریمھا فی المعصیۃ)

پس دیکھو خدا تعالیٰ نے آپ کو بندے کی اطاعت سے کیسے آزاد فرمادیا ہے۔امیر کی اطاعت جتنی بھی کامل ہے وہ محض خدا کی اطاعت ہے اور جہاں بھی امیر خدا کی اطاعت کے دائرے سے سر مو بھی فرق کرتا ہے آپ کی گردنیں اس کی اطاعت سے آزاد فرمادی گئی ہیں ۔اس اطاعت کا نام

ڈکٹیٹرشپ رکھنا اس سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔

پس ہم نے تمام دنیا میں اسلامی اطاعت کی روح پیدا کرنی ہے، اس کے نمونے دکھانے ہیں اور تمام دنیا میں اسلامی اطاعت حاصل کرنے کے سلیقے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بتلانے ہیں اور تمام ملکوں میں جہاں کثرت سے اس وقت احمدیت پھیل رہی ہے ہمیں اس کی شدید ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم فریضے کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ ہمارا حامی وناصر ہو اور ہمیشہ ہم اسلام کے نظام اطاعت کو جاری وساری رکھ سکیں اور اس کے اعلیٰ تقاضوں کو پورا کرسکیں کیونکہ اسی میں ہماری زندگی ہے اور اسی میں ہمارا اطمینان ہے اور اسی میں ہماری صلاحیت ہے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بہترین وہ لوگ ہیں جن کے امیر اپنے ماتحتوں کو دعائیں دیتے رہیں۔ یہ وہ بہترین اطاعت ہے جو اسلامی اطاعت ہے۔ اللہ ہمیں اس اطاعت کے نمونے دنیا میں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چار بجے چونکہ وقت ختم ہو جاتا ہے کیونکہ دو طرفہ تعلق ہمارا رابطہ کٹ جاتا ہے اس لئے جلدی میں مجھے بعض اہم امور چھوڑنے بھی پڑے اور آپ نے دیکھا ہوگا میرے طرز بیان میں کچھ تھوڑی سی افراتفری پائی جاتی تھی وہ وقت کی طرف خیال جاتا تھا تو طبیعت میں ایک جلدی پیدا ہو جاتی تھی۔ کوشش کرتا تھا کہ کوئی قابل ذکر امر رہ نہ جائے۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے جونہی چار بجے ہیں اس وقت تک میں اپنی بات ختم کر چکا تھا۔ اگر کوئی ٹکڑا تھوڑا سا رہ بھی گیا ہو تو انشاء اللہ بعد میں انگلستان سے جب ہم اسی خطبہ کو اٹھا کر عالمی روابط کے ذریعے دنیا میں پھیلائیں گے تو سب تک پہنچ جائے گا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ابھی چند منٹ اوپر دیئے گئے ہیں اور یہ بات جاری ہے تو آخر پر میں تمام دنیا کی جماعتوں کو جو اس وقت یہ خطبہ سن رہی ہیں امریکہ کے اس اجتماع کے لئے اور اس کی کامیابی کے لئے دعا کی تحریک کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ امریکہ کی جماعت بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور ہر پہلو سے آگے قدم بڑھا رہی ہے۔ ابھی تربیت کی بہت حد تک کمی ہے اور خصوصاً ان بچوں میں کمی ہے جو یہاں پیدا ہوئے اور ان نو مبائعین میں کمی ہے جو بڑی عمر میں آکر جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ یہ بہت ہی اہم ذمہ داری کے تقاضے ہیں جو ہمیں پورے کرنے ہیں اور اطاعت کے مضمون پر جو میں

نے زور دیا ہے وہ خالصةً اس خاطر دیا ہے کہ سب قومیں خدا کی مہمان بن کر ہمارے اندر داخل ہو رہی ہیں۔ ان کی کمزوریوں پر ہمیں نظر رکھنا ہے۔ ان کے رجز کو ہر طرح پاک کرنا ہے اور اپنی کمزوریوں کو ان سے دور رکھنا ہے اور پوری کوشش کرنی ہے کہ ہماری کمزوریاں ان میں منتقل نہ ہو جائیں ورنہ آئندہ قوموں کی خرابیوں کے ہم ذمہ دار قرار دیئے جائیں گے۔ پس جہاں خدا تعالیٰ انعامات کی کثرت سے بارش فرما رہا ہے۔ نئی نئی قومیں لکھوکھہا کی تعداد میں احمدیت میں داخل ہو رہی ہیں۔ وہاں ہمارے ثواب کے مواقع بھی بڑھ رہے ہیں اور ہماری سزا کے احتمالات بھی بڑھ رہے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے امارت کے تعلق میں متنبہ فرمایا ہے کہ ہر امیر اپنے ماتحت جو بھی ہیں ان کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ اگر وہ ان کے اوپر شفقت کا حق ادا کرے گا تو اس کی جزا اس کو نصیب ہوگی اور اگر وہ اس حق سے غفلت کرے گا تو خدا کے حضور وہ اس سے پوچھا جائے گا۔ مگر ایک اور دوسرے موقع پر آپ ؐ نے اس مضمون کے اس پہلو کو بھی خوب کھول دیا کہ تم سے جو پرسش ہوگی اس میں تمہاری بے اختیار کمزوریوں کو خدا تعالیٰ نظر انداز فرما دے گا۔ اس لئے ایسے ذمہ دار کاموں کو قبول کرنے سے احتراز نہ کرنا اس ڈر سے کہ تم ہو سکتا ہے اس کے فرائض کا حق ادا نہ کرسکو۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ اسلام میں امارت کا نظام اس طرح قائم ہوا ہے کہ جو شخص بھی پوری دیانتداری کے ساتھ جاری کرنے کی کوشش کرے گا اس کا دوہرا ثواب خدا اس کو دے گا اور اگر پوری دیانتداری سے کوشش کے باوجود کوئی اچھا فیصلہ جاری نہ کر سکے اور غلطی کا مرتکب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک جزا دے گا اس کی۔

پس اگر نیتوں کے دائرے میں ہم پاک صاف ہو جائیں، محض للہ نیتیں ہوں تو ہماری کامیابیاں بھی باعث ثواب میں اور ہماری ناکامیاں بھی باعث ثواب ہیں۔ اس لئے الٰہی سلسلے کے اندر ہر پہلو سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین